36

اگر تم نے ترقی کرنی ہے
تو عمل کی متواتر نگرانی اور اصلاح تمہارا فرض ہے

(فرمودہ 28/ اکتوبر 1949ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج رات مجھے بے چینی سی رہی جس کی وجہ سے رات کا اکثر حصہ بیداری میں گزرا۔ پھر صبح کے سفر کی وجہ سے اَور بھی کوفت ہوئی اور سر درد شروع ہوگئی۔ اس لیے آج میں مختصر طور پر یہاں کے دوستوں کو اور پھر ان کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو جو اس جمعہ میں شریک نہیں ہو سکے اور پھر اخبار کے ذریعہ تمام جماعتوں کو ایک بات کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

رات کو جو ڈاک مجھے ملی اُس میں سے کچھ خطوط کا انتخاب کر کے میں ساتھ لے آیا تھا۔ راستہ میں مَیں نے وہ خطوط پڑھے۔ ان میں سے ایک خط کراچی کے ایک دوست کی طرف سے تھا۔ خط میں اس دوست نے شکایت کی ہے کہ اس کے والد فوت ہوئے تو کراچی کے احباب میں سے جو کہ سات آٹھ سو کے قریب ہیں صرف چھ آدمی جنازہ میں شامل ہوئے۔ جماعت میں یہ مرض عام ہوتی چلی جاتی ہے کہ لوگ یہ تو چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ اُن کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کریں لیکن وہ خود یہ قربانی

کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ دوسروں سے ہمدردی کا سلوک کریں۔ قادیان میں بھی یہ مرض پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن کئی تدبیروں سے اس کا ایک حد تک ازالہ کیا گیا تھا خصوصاً وہ جنازے جو باہر سے آتے تھے ان میں بہت کم لوگ شامل ہوتے تھے۔ آخر جب تک میری صحت نے برداشت کیا میں نے خود جنازہ کے ساتھ جانا شروع کیا اور ہر محلّہ کے ذمہ یہ بات ڈال دی گئی کہ ہفتہ میں فلاں فلاں دن فلاں فلاں محلّہ جنازہ کی خدمات ادا کرے گا۔ اس کی وجہ سے وہ نقص بہت کم ہوگیا تھا۔ لیکن اب بیرونی جماعتوں میں اس مرض کی شکایت آنی شروع ہوئی ہے اور اس کی طبعی وجہ بھی موجود ہے۔ عام طور پر لوگوں میں قومی ازدواج کا رواج ہے اور قومیں اور خاندان بالعموم اکٹھے رہتے ہیں اس لیے وہ بڑی سہولت کے ساتھ ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں شریک ہوسکتے ہیں۔ لیکن ہماری جماعت نہ تو قومی جماعت ہے اور نہ شہری اور نہ ہی کسی محدود علاقہ کی جماعت ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی خاص مشیت کے ماتحت جس کا راز وہی جانتا ہے اس کا بیج متفرق جگہوں پر پھیلا رہا ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں سوائے چند شہروں کے جماعت اکٹھی نہیں رہتی۔ یہی حال دوسرے علاقوں میں ہے۔ اس وجہ سے سوائے اتوار یا جمعہ کے جماعت کے افراد کا کسی خاص موقع پر اکٹھے ہو جانا بہت مشکل ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ عادت پڑ جانے کی وجہ سے ان کی توجہ ان امور کی طرف نہیں رہتی۔

یہی حال نمازوں کا ہے۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان اگر وہ تندرست ہے تو پانچ وقت نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں آئے لیکن اول تو کئی جگہوں پر ہماری مسجد ہی نہیں صرف دو دو، چار چار احمدی افراد ہیں جنہیں علیحدہ مسجد بنانے کی توفیق نہیں ملی۔ یا اگر علیحدہ مسجد بنانے کی توفیق ہے تو انہیں زمین نہیں ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ دیہاتی جماعتوں کو چھوڑ کر شہری جماعتوں میں اب بھی پچاس فیصدی کے قریب ایسی جگہیں ہیں جہاں مسجدیں نہیں۔ پھر شہروں میں بھی جماعت ایک جگہ پر اکٹھی نہیں ہوتی۔ مثلاً کراچی ہی جہاں سے یہ رپورٹ آئی ہے دس میل لمبا شہر ہے اور دس میل لمبے شہر میں کوئی احمدیہ مسجد نہیں تھی۔ اب جماعت نے ایک مسجد کی تعمیر شروع کی تھی لیکن بعض کارکنوں کی غفلت کی وجہ سے وہ بننے سے پہلے تڑخ گئی اور اس کی تعمیر رُک گئی اور ابھی تک مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی کہ ان نقائص کو دور کیا جا چکا ہے یا نہیں۔ اگر وہ مسجد بن جائے تو اس میں جمعہ کے دن تو لوگ دور دور سے آ سکتے ہیں لیکن پانچ وقت کی روزانہ نمازیں پانچ پانچ میل سے آکر مسجد میں نہیں پڑھی جاسکتیں۔ بلکہ ایک دو میل

سے بھی روزانہ پانچ وقت نماز کے لیے لوگ مسجد میں نہیں آ سکتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بوجہ اس مجبوری کے لوگ گھروں پر نماز پڑھ لیتے ہیں اور جب لمبی عادت پڑ جاتی ہے تو خواہ مسجد گھر کے قریب بھی بن جائے وہ مسجد میں نہیں جاتے۔ انسان غفلت کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ وہ اسے دبا نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ اَور بھی کئی ایسی باتیں ہیں جو جماعت کے متفرق جگہوں پر پھیلے ہوئے ہونے کی وجہ سے جماعتی طور پر اس میں غفلت پیدا کر رہی ہیں۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں کہ بوجہ دُوری جب جنازہ میں جانے کی عادت نہیں رہتی تو انسان بعض دفعہ یہ خیال کر لیتا ہے کہ فلاں شخص چلا گیا ہوگا، فلاں چلا گیا ہو گا اس لیے میں نہیں گیا تو کیا حرج ہے۔

مجھے یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول جب بیمار تھے اور لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہوتے تو بعض دفعہ جب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو جاتی آپ فرماتے احباب چلے جائیں۔ چونکہ آپ نام لے کر نہیں کہتے تھے اس لیے زیادہ شرم والے لوگ تو چلے جاتے تھے باقی لوگ وہیں بیٹھے رہتے اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں جن کو جانے کے لیے کہا گیا ہے بلکہ وہ ''خاص احباب'' میں سے ہیں۔ پھر جب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو جاتی تو آپ فرماتے دوست چلے جائیں۔ پھر کچھ لوگ چلے جاتے لیکن بعض لوگ پھر بھی وہیں بیٹھے رہتے۔ ایسے لوگوں کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ایک محاورہ بنایا ہوا تھا۔ آپ فرماتے اب نمبردار بھی چلے جائیں۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے آپ کو ان لوگوں میں نہیں سمجھتے جن کو جانے کے لیے کہا گیا ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو خاص لوگوں میں سے قرار دیتے ہیں وہ بھی چلے جائیں۔

غرض جو حکم عام ہوتا ہے بسا اوقات لوگوں میں اس کی اطاعت کا احساس نہیں ہوتا اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ دوسرے کسی شخص نے وہ کام کر دیا ہوگا۔ اس لیے قادیان میں جنازہ کے لیے مجھے یہ انتظام کرنا پڑا کہ فلاں دن جو جنازہ آئے اُس کی خدمات ادا کرنے کا انتظام فلاں محلّہ کرے، فلاں دن جو آئے اس کا انتظام فلاں محلّہ کرے۔ اس طرح لوگوں پر زیادہ بوجھ نہیں پڑتا تھا اور پھر ہم گرفت بھی کر سکتے تھے۔ ہم کہہ سکتے تھے کہ آج تمہاری ڈیوٹی تھی تم نے اسے کیوں ادا نہیں کیا؟ پس جن جن شہروں میں جماعت کے دوست دور دور رہتے ہیں ان میں اگر ایسا انتظام کر لیا جائے تو ایک حد تک وہاں کی جماعت میں بیداری پیدا ہو سکتی ہے۔ مثلاً لاہور ہے لاہور کے دوستوں سے یہ امید کرنا کہ وہ کسی جنازہ پر

سب کے سب پہنچ جائیں درست نہیں۔ ہاں! اگر یہ انتظام کر دیا جائے کہ ہفتہ میں فلاں دن اگر کوئی جنازہ باہر کا ہو تو فلاں حلقہ کے دوست اس کا انتظام کریں، فلاں دن کوئی جنازہ ہو تو فلاں حلقہ کے دوست اس کا انتظام کریں تو ایک حد تک سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔ لاہور میں بھاٹی دروازہ کے علاقہ میں جماعت کافی مقدار میں پائی جاتی ہے باقی حصوں میں تین تین، چار چار حلقے آپس میں مل کر جنازہ کی خدمات ادا کرنے کا انتظام کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا انتظام کر دیا جائے تو وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے کسی رشتہ دار کے فوت ہو جانے پر جنازہ میں سارے شہر کی جماعت کو شامل ہونا چاہیے ان کے خیالات بھی درست ہو جائیں گے اور اس ذریعہ سے جنازہ کا انتظام بھی ہو جائے گا اور کسی کو شکایت کرنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ بہرحال میں دوستوں کو نصیحت کروں گا کہ صرف انہی کے حقوق دوسروں پر نہیں بلکہ دوسروں کے حقوق بھی ان پر ہیں۔ جب تک وہ اس قاعدہ کو یاد نہ رکھیں گے وہ اپنے ساتھیوں کی ہمدردی کو حاصل نہیں کر سکیں گے۔

جیسے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ مرد اور عورت کے حقوق کو بیان کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے مرد کے عورت پر حقوق کو اس قدر بیان کیا کہ اس سے انسان سمجھنے لگا کہ گویا مرد پر عورت کو کوئی حق ہی نہیں تو اس نے ساتھ ہی کہہ دیا کہ عورت کے بھی مرد پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ مرد کے عورت پر۔1 اَور تو اَور ہم تو خدا تعالیٰ کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اگر کہتا ہے تم نمازیں پڑھو تو خود بھی بندے کے لیے روزی کے سامان مہیا کرتا ہے۔ وہ اگر کہتا ہے کہ مجھے یاد کرو تو ساتھ ہی کہتا ہے میں تمہیں یاد کروں گا۔2 حالانکہ وہ خالق ہے مالک ہے۔ اگر وہ کہہ دیتا کہ تم مجھے سارا دن یاد کیا کرو لیکن میں تمہیں کسی وقت بھی یاد نہیں کروں گا تو اُس کا حق تھا۔ لیکن اُس نے کہا تم اگر مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اسی طرح ہر وہ فعل جسے انسان فرض سمجھ کر کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ میں انسان کے لیے کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔ دراصل یہ نقص اس لیے پیدا ہو جاتا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو چودھری سمجھنے لگ جاتے ہیں اور وہ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ دوسروں پر تو اُن کے حقوق ہیں لیکن ان پر کسی کا حق نہیں۔

باقی اس خط میں لکھنے والے نے بعض غلطیاں بھی کی ہیں۔ مثلاً اس نے لکھا ہے کہ غیر احمدیوں نے مجھے طعنہ دیا کہ دیکھو! احمدی جنازہ کی خدمات ادا کرنے کے لیے نہیں آئے۔ اس خط میں اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ احمدی دوست ایک ایک میل پر رہتے ہیں۔ اسے یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ کیا وہ

غیر احمدی بھی میل میل کے فاصلہ سے آئے تھے۔ساتھ والے گھر سے نکل کر یا پاس کی گلی سے آ کر دوسروں کو طعنہ دے دینا کوئی مشکل امر نہیں ہوتا۔اگر وہ غیر احمدی میل میل کے فاصلہ سے وہاں آتے تو ان کا حق تھا کہ وہ کہتے ہم آ گئے ہیں لیکن احمدی نہیں آئے۔لیکن اگر وہ اسی گلی کے رہنے والے تھے تو لکھنے والے کو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ انہوں نے منافقت کی ہے۔انہوں نے تمہاری جماعت پر حملہ کیا ہے۔تم نے اگر اس پر دل میں گرہ باندھ لی ہے تو یہ تمہاری غلطی ہے۔بھلا قریب کے مکان میں رہنے والوں کا حق ہی کیا ہے کہ وہ احمدی افراد کو جنازہ کی خدمات ادا نہ کرنے کا طعنہ دیں۔اگر وہ سارے غیر احمدی دو دو، چار چار میل کے فاصلہ سے آتے اور طعنے دیتے تو میں سمجھ لیتا کہ عقلی طور پر اس میں کچھ صداقت ہے۔دراصل یہ بھی ایک شیطانی طریق ہوتا ہے۔جب کسی شخص کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے یا کسی کو ترقی ملتی ہے تو شیطان اس موقع کو خاص طور پر فتنہ کے لیے چن لیتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک جنگ کے موقع پر کچھ ایسے صحابیؓ پیچھے رہ گئے جنہیں پیچھے نہیں رہنا چاہیے تھا۔وہ استطاعت رکھتے تھے لیکن باوجود استطاعت کے وہ پیچھے رہ گئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب واپس تشریف لائے تو منافقوں کے لیے خدا تعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ انہیں ننگا کرو۔چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگ سے واپس آتے ہی یہ اعلان کیا کہ جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہوئے وہ آئیں اور وجہ بتائیں کہ وہ کیوں جہاد پر نہیں گئے۔چنانچہ منافق آئے اور انہوں نے عذر پیش کرنے شروع کیے۔ان لوگوں کے لیے مشکل ہی کیا تھی۔انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر جھوٹ بول دیا اور کہہ دیا یہ بات تھی وہ بات تھی جس کی وجہ سے ہم جنگ میں شریک نہیں ہو سکے۔آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارا یہ قصور معاف کر دے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سمجھتے تھے کہ یہ لوگ منافق ہیں لیکن پھر بھی آپ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے کہ اے اللہ! تُو ان کی اصلاح کر۔اور وہ چلے جاتے۔جب ایک مومن جنہوں نے غفلت سے کام لیا تھا ڈیوڑھی پر پہنچے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کیا لوگ آنے شروع ہو گئے ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں فلاں عذر تھا جس کی وجہ سے ہم جنگ میں شامل نہیں ہوئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا کر دیتے ہیں اور بات ختم ہو جاتی ہے۔وہ صحابیؓ فرماتے ہیں میرے نفس نے کہا یہ تو آسان نسخہ ہے۔میں بھی عذر پیش کر دیتا ہوں اور دعا

کے لیے عرض کر دیتا ہوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ پہلے یہ پوچھ لوں کہ یہ کون کون لوگ تھے۔ اس پر میں نے دریافت کیا تو مجھے ان کے نام بتائے گئے۔ یہ سب لوگ منافق تھے۔ صرف ایک مومن کا ذکر کیا گیا مگر ان کے بارہ میں بتایا گیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ! میں گنہگار ہوں اور سزا کا مستحق ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اچھا تم چلے جاؤ تمہارے متعلق بعد میں فیصلہ کیا جائے گا۔ وہ صحابیؓ فرماتے ہیں جب میں نے یہ سنا تو اپنے نفس کو ملامت کی کہ تُو تو منافقوں والا کام کرنے لگا تھا۔ وہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گیا اور عرض کیا یا رسول اللّٰہ ! میں فی الواقع گنہگار ہوں اس لیے سزا کا مستحق ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا چلے جاؤ۔ تمہارے متعلق بعد میں فیصلہ ہوگا۔ یہ تین آدمی تھے جنہوں نے اپنے جُرم کا اقرار کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بِالآخر خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ان تینوں کو مقاطعہ کی سزا دی اور غیر معیّن مقاطعہ کی سزا دی۔ یہ سزا ایسے شہر میں دی گئی جس میں قریباً سارے کے سارے مسلمان تھے۔ وہ مقاطعہ آجکل کے مقاطعہ کی طرح نہیں تھا۔ آجکل اگر دس احمدیوں کے ساتھ مقاطعہ ہوتا ہے تو دس ہزار غیر احمدیوں کے ساتھ اس کا مقاطعہ نہیں ہوتا اور وہ ان سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ لیکن وہاں سارا مدینہ مسلمان تھا۔ کچھ دنوں کے بعد آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کے بیوی بچے بھی ان سے کلام نہ کریں۔ چنانچہ ان کے بیوی بچوں نے بھی ان سے بول چال بند کر لی۔ پھر فرمایا ان کے بیوی بچے ان سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ ہم میں سے ایک بوڑھے صحابیؓ کی بیوی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ! میرا خاوند بوڑھا ہے اور جب سے آپ نے اسے سزا دی ہے وہ تو روتا رہتا ہے۔ اس کا یہاں کوئی رشتہ دار بھی نہیں۔ آپ کے حکم کی اطاعت میں مَیں دوسری جگہ چلی تو جاؤں گی مگر اسے کھانا وغیرہ دینے والا کوئی نہیں، وہ بھوکا مر جائے گا۔ آپ نے فرمایا اچھا تم اسے کھانا دے دیا کرو۔ مگر اس کے علاوہ کوئی تعلق نہ رکھو۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں جب میں نے یہ بات سنی تو خیال کیا میں بھی ایسا کروں مگر پھر خیال آیا کہ وہ تو بوڑھا ہے۔ میں تو بوڑھا نہیں ہوں۔ یہ بھی نفس کا دھوکا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو اُس کے میکے بھجوا دیا۔ اس کے بعد دن کے بعد دن گزرتے گئے اور سزا کی تلخی بڑھتی گئی۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں میرے ایک گہرے دوست تھے جو میرے ہم نوالہ وہم پیالہ ہونے کے علاوہ میرے رشتہ دار بھی تھے۔ اُن سے میری بھائیوں سے بھی زیادہ محبت تھی۔ وہ میرے رازدار تھے اور جانتے تھے کہ مجھ میں

اسلام کی بے انتہا محبت ہے۔ جب میری تکلیف بڑھ گئی تو گھبراہٹ اور بے چینی کی حالت میں مَیں اُس دوست کے باغ میں گیا۔ وہ باغ میں کام کر رہے تھے۔ میں نے اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا بھائی! دوسرے لوگوں کو تو شاید پتا نہیں ہوگا تم تو میرے حالات سے اچھی طرح واقف ہو۔ تم جانتے ہو کہ میں مومن ہوں۔ اُس دوست نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا اور کام میں لگا رہا۔ میں نے پھر کہا دیکھو! ہم میں آپس میں کتنی محبت تھی۔ دوسروں کو تو شاید کوئی شبہ ہو تُو تو میرا راز دار ہے۔ میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا میں منافق ہوں؟ اُس نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا اور اپنے کام میں مشغول رہا۔ پھر میں نے تیسری دفعہ کہا یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ تم میرے اچھی طرح واقف ہوتے ہوئے بھی گواہی نہیں دیتے۔ تم میرے راز دار ہو اور جانتے ہو کہ میں منافق نہیں ہوں۔ وہ صحابیؓ بیان کرتے ہیں جب میں نے تیسری دفعہ اُسے مخاطب کیا تو اُس نے میری طرف نہیں آسمان کی طرف منہ کر کے کہا خدا اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ میرے کان اور آنکھ جھوٹے ہیں۔ میں تمہیں اگر مومن سمجھتا ہوں تو یہ میری غلطی ہوگی۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں اس بات کا مجھ پر گہرا اثر ہوا اور میری حالت پاگلوں کی سی ہوگئی۔ میں وہاں سے پیچھے ہٹا اور جنون کی حالت میں دروازہ کی طرف بھی نہ گیا بلکہ دیوار پر سے کُودا اور مدینہ کی طرف جانا شروع کیا۔ جب میں مدینہ میں داخل ہوا تو ایک اجنبی شخص نے آواز دی اور دریافت کیا کہ فلاں شخص کہاں رہتا ہے؟ میں نے کہا وہ میں ہی ہوں۔ اُس نے کہا میں غسّان کے بادشاہ کی طرف سے تمہارے نام ایک پیغام لایا ہوں۔ اُس نے میرے ہاتھ میں ایک خط دے دیا۔ میں نے وہ خط پڑھا تو اُس میں لکھا تھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری قوم کے سردار نے تمہارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ ہم ایک عرب بادشاہ کی حیثیت سے اُسے بُرا مناتے ہیں اور تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ تمہاری شان کے مطابق تمہارا اِعزاز واِکرام کیا جائے گا۔ وہ صحابیؓ بیان کرتے ہیں جب میں نے وہ خط پڑھا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ گویا کسی نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میرا غصہ جاتا رہا۔ میں نے اپنا نام لے کر کہا اے شخص! یہ شیطان کا آخری حربہ ہے۔ میں نے پیغامبر کو اشارہ کیا کہ میرے ساتھ چلے آؤ۔ رستہ میں کسی نے بھٹی جلائی ہوئی تھی۔ میں نے وہ خط بھٹی میں ڈال کر کہا جاؤ! اور اپنے بادشاہ سے کہہ دو کہ اس نے تمہارے خط کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ یہ ابتلا کا آخری مرحلہ تھا۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام ہوا کہ ان تینوں کو معاف کر دو۔ چنانچہ آپ نے مسجد میں معافی کا اعلان کر دیا [3] تو دیکھو! غسّان کے بادشاہ نے تین چار سومیل سے اُس صحابیؓ کے

نام یہ خط بھیجا تھا یہ بتانے کے لیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ یہ بدسلوکی کی ہے۔تم ہمارے پاس آؤ ہم تمہاری عزت کریں گے۔لیکن اُس مومن نے نہایت ہی خطرناک ابتلا کی صورت میں کہ ویسا ابتلا یقینی طور پر ہم پر نہیں آیا اور نہ ہی آنے کا آئندہ امکان ہے اُس خط کو بھٹی میں ڈال دیا اور پیغامبر سے کہا جاؤ! بادشاہ سے کہہ دو کہ میں نے اُس کے خط کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اور یہی جواب ہر مومن کا ہونا چاہیے۔

بہرحال چونکہ اس قسم کی باتوں سے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے اس لیے میں کہتا ہوں کہ اے جنازہ میں شامل نہ ہونے والو! تم ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے ایمانوں کی فکر کرو کہ تم نے غلط رستہ اختیار کیا۔اور اے وہ شخص جو کہتا ہے کہ اس موقع پر غیروں تک نے طعنہ دیا تُو بھی اپنے ایمان کی فکر کر کیونکہ تیرا ایمان بھی کمزور ہے اور شیطان اُسے مٹانا چاہتا ہے۔ بہرحال یہ ایک نقص ہے جس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا ہماری جماعت کا فرض ہے۔ جماعت ایمان میں کامل اُسی وقت ہو سکتی ہے جب اُس کے افراد پورے اخلاص کے ساتھ کام کریں۔ اگر تم نے ترقی کرنی ہے تو عمل کی متواتر نگرانی اور اصلاح تمہارا فرض ہے۔ پس میں جہاں اُس خط لکھنے والے کو اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ جو وقعت تم نے غیر احمدیوں کے طعنہ دینے کو دی ہے وہ خطرناک ہے۔قریب کے مکان سے اُٹھ کر طعنے دے دینا کوئی مشکل امر نہیں۔ایسی ہمدردی تو شیطان بھی کر سکتا ہے۔لیکن میرا یہ مطلب بھی نہیں کہ دوست ان باتوں کا خیال نہ رکھیں۔ بڑے شہروں کی جماعتوں کو حلقے مقرر کر لینے چاہییں اور یہ انتظام کرنا چاہیے کہ فلاں دن فلاں حلقہ اس قسم کی ڈیوٹی ادا کرے گا اور فلاں دن فلاں محلّہ یہ کام کرے گا۔اس طرح کام کرنے والوں پر بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور جو لوگ جماعت سے دور رہتے ہیں اُن کے جنازے بھی خراب نہ ہوں گے۔علاوہ ازیں دوسرے لوگوں کو بھی ہمارے متعلق یہ احساس ہو گا کہ ان میں باہمی ہمدردی پائی جاتی ہے''۔　　(الفضل 5 نومبر 1949ء)

1: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرة:229)

2: فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (البقرة:153)

3: بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالکؓ